
AKHBAR
OUDH PUNCH
جلد ہشتم
Volume. VIII
1923
LUCKNOW
۱۹۲۳
اودھ پنچ
لکھنؤ

ہر بیماری کا علاج خود کر لو

جو صاحب حکیم محمد تقی صاحب پرشاد گردوالی کی بنائی ہوئی کتاب مجربات تقی
مطالعہ کرینگے وہ بیماری اور دو مرتبہ ہر ایک بیماری کا علاج ...
بہی معمولی لیاقت کے ... قابل علاج ہونگے اور اگر وہ چاہیں گے تو ایک
ذریعہ ... علاج میں ... پیدا کر لینگے ... مریضوں کے وہ
وہ ... بہت ... ہیں تیار ہوتے اور ... کے
... ہیں قیمت فی کتاب مجلد ... علاوہ محصول
مفت لو۔ جو صاحب ... تعریف ... لکھ کر بھیجے گا
... رسالہ مفت بھیجا جاویگا
المشتہر۔ منیجر دفتر چراغ حکمت علی گڑھ شہر یوپی

طب یونانی - ویدک

ہومیو پیتھک - ہائڈرو پیتھک

کی تعلیم اور سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے سہل
قواعد و علاج غسل کے قواعد و فہرست کتب و
سامان اودھ پنچ کا حوالہ دے کر مفت طلب کیجیے

پرنسپل گورنمنٹ رجسٹرڈ ہائڈرو پیتھک
انسٹی ٹیوٹ میرٹھ

قصہ ہے یا ظرافت کی جان

اردو میں آج تک اس قصہ کا مثل نہیں ہے

جھپو

یہ پُر از ظرافت قصہ اودھ پنچ کے ساتھ مسلسل شائع
ہوتا رہا ہے۔ اسکے صفحات بطور فائل علیحدہ
بھی مرتب کیے گئے ہیں۔ ابتداء سے ۲۳ ... تک
جو حضرات اودھ پنچ کے خریدار ہیں انھوں
نے مسلسل ملاحظہ کر لیا ہوگا۔ لیکن سہ ماہی اور
ششماہی خریداران اودھ پنچ قصہ کی ابتدا
سے ناواقف ہونگے۔ یہ مرتب فائل اُنکے
اشتیاق کو پورا کر سکتا ہے۔
قیمت علاوہ محصولڈاک عمہ

المشتہر
منیجر اودھ پنچ

فنچ طلا

کجی۔ لاغری اور کمزوری کے لیے نفع بخش ہے اور نئی
قوت پیدا کرتا ہے۔ خوشبودار اور ... بھی ہے
تندرست اور معمولی مریضوں کے لیے عجیب تماشا
اسکے لگانے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ اور روز
اول کیفیت خاص محسوس ہوتی ہے قیمت پانچ روپیہ
... نمونہ کا بکس ... مع محصولڈاک۔

ماربل اینڈ کمپنی پوسٹ بکس ۸۹۳
رنگون ملک برہما

سیاحت ظریف

یعنے
منشی سید مقبول حسین صاحب ظریف لکھنوی
کا
منظوم سفرنامہ عراق
عجب دلچسپ ... اور شاعری کا ... شادی
... قیمت مجلد ... بھیجیے
... اور ... قیمت ہے
المشتہر۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سرکار سے رجسٹری کیا ہوا
سدھا سندھو

بلا اقربان کی دوا

... سیفد ... سنگرہنی ... پیچش
... بچوں کے ہرے پیلے دست ...
... ایک ... دوا ہے ...
چند قطرے پانی میں ڈال کر پی لینے سے ایک ہی خوراک میں
فائدہ دکھاتے ہیں قیمت فی شیشی ... خرچ ...
بارہ شیشی ایک ساتھ خریدنے سے ... محصول معاف
... ڈاکٹروں ... کو دوا مفت دیگا۔

... کی دوا

... اور ... میں
... ایک دوا ... قیمت فی شیشی ... بارہ شیشی
ایک ساتھ منگانے سے ... خرچ معاف۔

بال سدھا

کمزور اور دبلے بچے۔ اکثر بیمار رہتے ہیں ...
... اس دوا کو منگا کر ...
فی شیشی ... ڈاک خرچ ...
بڑی فہرست منگانے پر ہر ایک کو مفت ملیگی۔ ...
ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

پتہ:۔ سکھ سنچارک کمپنی متھرا

شاعری جزویست از پیغمبری

لکھنؤ کے مشہور قادر الکلام خوش گو شعرا میں
جناب پیارے صاحب رشید مرحوم
حالات زندگی مع تصویر المسمی بہ ...
مع انتخاب مرثیہ و رباعی و قصیدہ
غزل و سلام وغیرہ مولفہ ...
لکھنوی نہایت محنت سے فراہم کیے گئے ہیں
آپ خاندان میر انیس مرحوم کے ...
تھے یہ کتاب سفید چکنے کاغذ پر ...
میں صفائی کے ساتھ چھاپی گئی ہے
سخن کے مختلف نمونے اس میں موجود
ادب اردو کے نازک پہلو دکھائے گئے
قیمت عمہ علاوہ محصولڈاک

المشتہر
منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۸ مضامین غیر نمبر ۴۳

مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۲۳ء

دیہاتی ووٹر

یا

مقالسہ دیہاتیہ

ووٹ بازی کا جوا ایک ایسا جوا ہے جو پہلے شہروں میں کھیلا جاتا تھا مگر خدا سلامت رکھے اصلاحی اسکیم کے ہمہ گیر قمارخانہ کو اب تو اس بازی میں شہری و دیہاتی سب ہی مبتلا ہیں کوا پر شہر والوں کو پیچ دونوں کھلاڑی داؤں لگائے بیٹھے ہیں پھڑ آراستہ ہے۔ جیسے دیوالی کے زمانہ میں قسمت آزمائی ہوتی ہے۔ جواریوں کی خوشامد۔ ضلعداروں کی آؤ بھگت ہنتوں کی تعظیم و تکریم۔ مکھیا کی خاطر داری شغل عام ہے کاربہوار زمینداروں کی طرح کبھی پو بارہ کی خبر دیتے ہیں کبھی تین کانے کی سناتے ہیں۔ چند تھان کی کوٹھیں کھیتوں کے خانہ خالیوں کے تیرے چھانٹی پھرتی ہیں۔ یہ سماں دیہات کے لئے عجیب و غریب ہے۔ ہمارے ناظرین "پنچ" کے کالموں میں شہری ووٹر کے بہیترے مناظر دیکھ چکے ہیں لہٰذا اچھا ہے آج ایک دیہاتی منظر پیش کرتے ہیں۔

ہمارا سیاح خیال سیر عالم کرتا ہوا ایک دیہات میں درزی کے مکان پر پہونچا دیکھا کہ ایک سکین سیرٹ سوٹ بوٹ جنٹلمین بلائے ناگہانی کی طرح دروازہ پر نازل درزی کو پکار رہے ہیں۔

جنٹلمین ۔ "ارے خلیفہ ہوسٹ (کنڈی کھٹکھٹا کر) ہو میاں گھر میں؟"

آواز ندارد

اجنبی شخص کو دیکھ کے پہلے تو گاؤں کے کتوں نے خاصی تواضع کی خوب آؤ بھگت کی جب جان بچی تو گاؤں والے دیہاتیوں کی طرح پرسی کی باری آئی ہر شخص نہایت حیرت کی نظر سے دیکھنے لگا ہمارے موصوف بال گوؤں میں گھوسٹ بن گئے ہر طرف سے کاؤں کاؤں ہونے لگی۔

ایک ۔ "کا ہے ہو ای کون منشی آئے؟"

دوسرا ۔ "منو جلیدار یا ضلعدار آئیں۔"

تیسرا ۔ "ناہیں جو جلیدار ضلعدار ہوتا ئیں اُنکا تم جینٹ ہے - جان پڑت ہے پرسین دفقین کپڑا بیچا ہیں"

چوتھا ۔ "تو کپڑا آئے۔ یہ تو کوئی کپڑا سیاوے آوا ہوئی"

پانچواں ۔ "بھاگ سسٹر ہتکے - شہر سن کیر منشی کون ہیلا کپڑا سیاوے آئے"

چھٹا ۔ "پھر کاہے کو آئے"

ساتواں ۔ "منو ایجیبی (رنجونی) صاحب آئے"

آٹھواں ۔ "دھا سارے۔ ایجیبی صاحب تو ان اسکے ہر اس آئی - یہو آئے نہ آئے کو تو کسی ڈگر دکنشتی ڈاکٹر آئے جون گاؤں گاؤں ہماری پھیلاوت گھومت ہے"

اتنے میں ایک چار پانچ سال کا لڑکا جنٹلمین صاحب کی صورت دیکھتے ہی روتا ہوا بدحواس بھاگا اور اسی گھر میں دوسری کھڑکی کی طرف سے گھس گیا اور اپنی ماں سے لپٹ کر لگا ہچکیاں لینے۔

ماں ۔ "کا آئے رے کا آئے"

لڑکا ۔ (سسکیاں لیکر) اوں اوں اوں ... دو کنسٹبل سارا آوا ہے - ایں ایں ایں"

ماں ۔ "کہاں ہے"

لڑکا ۔ "دوار سے ماں ٹھاڑہ ہے"

ماں ۔ (بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر) "دیکھ تو رے سلیم اللہ کو آئے"

سلیم اللہ ۔ (باہر آکر اور جنٹلمین سے مخاطب ہو کر) "تم کو آؤ؟"

جنٹلمین ۔ "بھیا تمہارے باپ گھر میں ہیں یا نہیں؟"

سلیم اللہ ۔ "اوی تو ناہیں ہیں تم جون کہو تو جب آئی ہیں ان سے کہہ دیب"

جنٹلمین ۔ "تم سے کہنے والا نہیں ہے۔ وہ کب تک آئیں گے کہیں دور گئے ہیں"

سلیم اللہ ۔ "کا جنی کون بیر آوی۔ سکارے بہرگونو گاؤں تکا دینے گئے رہیں"

جنٹلمین ۔ "اچھا میں جاتا ہوں پھر آؤں گا"

یہ کہکر صاحب تو رخصت ہوئے لڑکا دروازہ بند کرکے اندر آیا۔ میاں خلیفہ کی تلاش میں جنٹلمین صاحب نے اس دروازے کی خاک لے ڈالی جبتک درزی سے ملاقات نہیں ہوئی برابر چوروں کی طرح پھیری کرتے رہے دوڑتے دوڑتے جیبیہ ادھڑ گئی کوکہ بید نکلی تھی مگر سر تعلع بھی نہیں کرتے تھے اور یہ طے کر لیا تھا کہ بغیر یکسوئی کئے ناکام واپس نہ ہوں گا۔ غرضکہ اپنے جائے قیام سے درزی کے مکان تک اپنے پیروں کے گز سے راستہ ناپتے رہے قریب شام درزی صاحب ٹھیکا سے تشریف لائے۔ ہاتھ منہ دھو پایا خلیفن نے حقہ بھر دیا یہ پینے لگے اسکے بعد مسماۃ نے رپورٹ پیش کی۔

مسماۃ ۔ "کا ہے ہو سلیم اللہ کے باپ اے کون منشی آئے کہ سکارے سے دئی جون ملک ہو گئیا ہے بلیس جب دیکھو تب جیسن (صاحبوں) اتنا لیو باس (لباس) پہنے کہ کرا ساس ہو مانو اگر دروے ٹھاڑ رہے"

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ موصوف خواب کا ایسا ہاتھی آ موجود ہوئے اور آواز دی۔

مسماۃ ۔ "بسار دیکھو اے گرا - یاہی منشی آئے ہیں کچھ پوچھو کا"

درزی آواز سنتے ہی فوراً حقہ لئے ہوئے باہر آیا صاحب سلامت پوچھ گچھ کے بعد جنٹلمین صاحب کی متواضع زبان رپ رپ چلنے لگی اور گڑگڑا کر خوشامدانہ لب و لہجہ میں اپنے ورود کی غرض بیان کی۔ آپ ایسے ویسے آپ مرد شاہی پہیے اور آپ ارنا بھینسے بھی خلیفہ ہیں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ کلکشن کا زمانہ قریب ہے اور کئی دشمنوں کا مجھ یتیم و مسکین سے مقابلہ ہے اوپر اللہ ہے اور نیچے تم لوگ ہو۔ کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا ہے پیاسا کوئیں کے پاس جاتا ہے میں اسی لئے آیا ہوں کہ خدا کا واسطہ اسکے رسول کا واسطہ اپنے جورو بچوں کا صدقہ مجھ ہی غریب کو ووٹ دیجیو گا نہیں تو میں کہیں کا نہ رہوں گا تعلقدار صاحب سے وعدہ کرکے آیا ہوں کہ خلیفہ کا

ووٹ آپ ہی کو دے گا دیکھیے کہیں دغا نہ ہو نہیں تو جگر کری ہو جائے — رہا جو میرے لائق کوئی کام ہو تو میں حاضر ہوں۔

وہ فرشتہ (درزی) صاحب ہم آپ سے کون کام ہے اور ہم کون وہ لوگ ہیں سب آپ کی مہربانی ہے کہ آپ کو تکلیف کہیں اوٹ (ووٹ) اب آپ کے سوا کوئی امیدوار نہیں ہے کہ آپ بڑی تکلیف اٹھائیں ہیں - ہم ایک ضرور خیال (خیال) رکھب۔

جنٹلمین :- ارے صاحب آپ بڑے لائق ہیں۔ میں ایسا نہ سمجھتا تو کیوں آتا - کچھ تو دلی ہی کے ہو رہتے ہیں - آپ کی بہت تعریف میں نے سنی تھی جب ہی تو مجھکو آنے کی جرأت ہوئی - واقعی پرانے آدمیوں کی کیا بات جو صفائی آپ لوگوں میں ہے وہ اس زمانہ کے نئی روشنی والوں میں ہرگز نہیں ہے - صاحب آپ لوگ اپنے قول و فعل کے بہت پابند ہیں سوتے میں بھی جو زبان سے کہہ دیتے ہیں وہ بس پتھر کی لکیر ہو جاتا ہے اس زمانہ والوں کی طرح تھوڑی ہی کہ زبان سے کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں - میں تو آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں جس قسم کہیے کھاؤں آپ نے اسوقت مجھے مول لے لیا۔

غرضکہ میاں خلیفہ کو ایسا چمکا یا کہ انکا دل گز بھر کا ہو گیا اور خوب اپنا اطمینان حاصل کرکے جنٹلمین صاحب رفو چکر ہوئے - درزی اندر آیا اسکی جورو نے پھر وہی بدمغزی کی باتیں شروع کیں

جورو :- ای کہاں رہت ہیں - تمرے گھر کا آئے رہے

درزی :- ای او کیل (وکیل) آئے - جون ممبری (ممبری) کے لئے کھڑے ہیں اوٹ (ووٹ) مانگنے آئے رہے۔

جورو :- اوٹ - اوٹ کس -

درزی :- ارے تم کا جانو - ہوت ہے۔

جورو :- کوٹ کتنا ہوت ہے اپکی بیجامہ کتنا۔

درزی :- نہ کوٹ کتنا ہوت ہے نہ بیجامہ کتنا تم کا جانو اوٹ کیہکا کہت ہیں۔

جورو :- تو کا ہرج نہیں ہے۔

درزی :- تے کا بک بک لگائے ہیں۔ نہ جانے کا مجھے خوب بڑی بھا بگر کیہہ دیت ہے - کا اوٹ کو زینت (شے)

آئے ہو کو نو کے دیر ہوئی۔

جورو :- تم انکے پکڑ کے دھرت کا نا ہیں ہو جو بھلا چاہو تا ہیں ہو۔

درزی :- تے بے ناک - ای جون جائیں جائیں لگائے ہیں وہ دے اوٹ (یکا کہت ہیں کہ سرکار ہم جیتن کو جو کھتیار و میں ہے کہ جیکا کرو بی اوتی لاٹ گمنڈر و گورنر) ہوئی جائے۔

جورو :- ای لاٹ گمنڈر کس ہوت ہے۔

درزی :- لاٹ گمنڈر او کا کہت ہیں جون بادشاہ (بادشاہ) کیر نائب ہوت ہے اور جیر (وزیر)

جورو :- تو ای جون آئے رہین او تو ... کا آئے رہیں۔

درزی :- ہی تو ممبری (ممبری) کا تو کے رہے۔

جورو :- ممبری کا کرو دوسرا ہے۔

درزی :- ممبری او کا کہت ہیں آگے جون منتی ممبر ہوئے جات ہے لاٹ صاحب کیر بغل بیٹھ کے قانون بناوت ہے اور منتیوں (منتیاں) اور ان سے صلاح لیں جات ہے - اوکی سرکار بڑی بھاری کھا تر کرت ہے - لاٹ صاحب کے برابر موڑھا موڑھا پر بیٹھاوت ہے - وہاں کی بیٹھن کیر ہو رہت ہے کہ ہیں نون ... تو ہم سب بڑی منتی کرکے کر دلے لیت ہیں - تے جے ممبر ہوئی جات ہیں تو پانچ کا ہر ... کیر (ہر) حلال کرے لاگت ہیں - ارے ہم کو سامنے کے سرکار کی مرضی کس کری لاگت ہیں اوہاں ہی کیر راستہ ماں اہل لاگت ہیں - پھر جب کو نو بیچا بات پر سب شکایت کرت ہیں تو سرکار یو جواب دیت ہے کہ ہم کا جیکا تم سب ممبر بنائے ہو وا ہے کیر صلاح سے یہ سب کیہن گا ہے۔

جورو :- پھر اس منتی کا کا ہے ممبر جنہو کا کہت ہو

درزی :- کا کری سے سر ہوت - ای چھے ہو رہے بڑی منتی کرے لاگے اور اوادہ (وعدہ) کے ہیں

جورو :- ارے ہاں - اپنی بچوان پر تو سپن گرے کا کا اب بتاوت ہیں تے کے جب کام نکس جات ہے تو اچی ہیر کو نو اڑمی جارتا ہیں دکھ پڑت ہے -

اپنے ہوے تو سلیم (اسٹیم) پاوڈر کا کا نمبر بنا دیو نہ کو نو کام کرے نہ کاج دن بھر گوٹی کوڑی کھیلا کرے ہے جائے ای سے تو وہ ٹھیک ہے۔

درزی :- بھاگ ساس تکے - ہمار لڑکوا جاہل (فاضل) اہے۔

جورو :- کا ہے کا تنکھاہ (تنخواہ) نہ ملی۔

درزی :- تنکھاہ نا ہیں دوئی .... ملی ہوتا ہیں کہت کیا اور اپنی گانٹھی سے کھرچ کرے کا پڑی۔ سرکار ایسی احمک (احمق) ہے تون سب کا تنکھاہ دئی - بھوکٹ ما کام نکارا جات ہے۔

جورو :- پھر بے نا ک (احمق) ای ہیچ کا ہے مرجات ہیں۔

درزی :- جیسا حیثیت ہی کیسا کہ ای جیتن کے پاؤں ماں سنیچر ہو رہت ہے کہ کوتنا کھرچ ہوئے۔ انہیں کو تو گریب منی چادر و پاوو دھار مانگے کہیوں نہ دیں دے جائے جات ہے اوکا سیکڑن اور پاس پچے ہوئیں ہو وا ای ترنٹ ماں بے بھول (فضول) پیسہ جو نکے کا تیار ہیں۔

اتنے میں کھانا تیار ہوا اور درزی نے کھاپی کر لیڈروں کا مصدر گردانا بندہ بھی مجہول ہو کر چمپت ہوا -

واقف

۲۰۳

اخبار اتحاد الاسلام امرتسر

غزل

دھواں آہوں کا میری چھا گیا ہر رنگ جاناں پر
کہ جیسے ابر کا ٹکڑا ہو رکھا ماہ تاباں پر
یہ اگر قید میں ہو وہ مجھے مشق تصور ہے
جب آنکھیں بند کیں میں نے نظر پہنچی بیاباں پر
شب تاریک کا تارہ ہے ورنہ حسن جاناں ہے
ذرا تو ڈالیے بالوں کو تم زلف پیچاں پر
دئیے پیوند رنگی کالی دھبوں پر بٹیں بھی ہم ہو گئے
رہے گا حشر تک قبضہ ہمارا کوئے جاناں پر
سوا میرے کوئی کیا سمجھ سکتا تھا حکمت میں
گلستاں کس لیے لیلیٰ نے رکھی ماہ کنعاں پر
اثر یہ آپکے وحشی کی وحشت نے دکھایا ہے
کہ تنکے ہو گئے ہیں سبزۂ صحن گلستاں پر
تو وہ بھی ناک پر رکھیں جوانی ہو نہ یہ خنجر
کسی کے ہر زن نے آ کے وہ چیل کر رکھا ہے کلیاں پر

ذکا تحفہ کانپوری

ذیشان طلا

بچپن کی غلط کاری جوانی کی بے اعتدالی عرصہ تک مجرد رہنے یا زیادتی سن سے رگوں میں رطوبت عضو مخصوص کی پوری ڈھیلا پن کجی یا لاغری پیدا ہو چکی ہو یا کسی اور سبب سے وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے محروم کر دیا ہو ذیشان طلا کا استعمال بغیر تکلیف آبلہ و چھالا نقص رطوبت کو خشک کر کے جملہ خرابیاں دور کر دیتا ہے زیادہ تعریف فضول ہے بمصداق مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید تازہ سرٹیفکیٹ مسٹر ایس ایم ذکی انسپکٹر انچارج پی ڈبلیو ڈی بیا گپور تحریر فرماتے ہیں میں نے ایک شیشی ذیشان طلا کی برسوں کا مطلق اور ناکارہ شخص جسکی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی اور ہر قسم کی خرابی عضو مخصوص میں آ چکی تھی استعمال کرائی مجھے حیرت ہے کہ صرف ایک شیشی نے اسقدر جلد اچھا اثر کیا کہ وہ جو دوا سے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا غریب کا گھر بسا دیا ایک شیشی اور بھیجئے تاکہ استعمال ہو۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنہ

پتہ ایس ایم بہادر اینڈ کمپنی چوک لکھنؤ

یاد وطن

افراد وطن باہمی جنت نشت اضاعت حق مروت میں مشغول ہیں اس داروگیر کے عالم میں فریاد وطن کی کانوں میں سمائی کہاں اور یاد حق وطن کی فرصت کسے ہاں وعدہ از وطن افراد البتہ تباہی کی خبریں دیکھتے اور پڑھتے ہونگے ان بیچاروں کو شاید یہ نہیں معلوم ہے کہ انکے وطن پر ایک بلا نازل ہوئی ہے جس نے اہل وطن کی غالب تعداد کو فہرست گرسنگان اور ناداروں میں درج کر لیا ہے۔ اندھیر کھاتے کا دسترخوان بچھا ہوا ہے (باصطلاح بریلی) حافظ جی میں ایک نے نوالہ توڑا دوسرے نے لپک کے ہاتھ پکڑ لیا۔ ہائیں ہائیں یہ بے ادبی سبقت کیسی ہم بڑے بھائی ہیں پہلے نوالہ ہم توڑینگے تو چھوٹا ہو کے بڑے پر سبقت کرتا ہے نوالہ بھی توڑا تو اتنا بڑا کہ منہ میں نہ سمائے اور بڑے بول کی طرح آگے آئے۔ چھوٹے حافظ جی نے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا لاٹھی ٹٹولی بے نور آنکھیں نکالیں اور جھلا کے گھونسا تانا۔ دو اندھوں میں ایک ڈھٹیا سے صاحب بھی کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں خدا نے انکے منہ پر آنکھیں دی ہیں چپکے سے ایک چٹکی جو دیتے ہیں تو گھونسا اندھی آنکھ کے غار میں جا رہا۔ تاریک غار میں کسیقدر وسعت زیادہ ہو گئی۔ بڑے حافظ جی لمبے لمبے لیٹ گئے اور لگے دہائی تہائی چوتھائی کھینچنے۔ بینا حریف نے نوالہ اٹھا کے منہ میں رکھا اور ایک ہی چپت چھوٹے حافظ جی کی چندیا پر رسید کر دی مگر جی کہاں سے یہ نہ معلوم ہوا کہ کوئی تیسرا بھی یہاں ہے۔ چلیے معرکہ قائم ہو گیا دونوں گتھ گئے ایسی گتھم گتھا کا لازمی افسردہ نہیں ہو سکتا۔ افسردہ کیونکر ہو ادھر کسی فریق کے ارادے میں سستی دیکھی الثالث بالشر صاحب نے جھٹ پیترے بدل پانچ چار جوتیاں ادھر دو تین لاتیں ادھر اس خوبصورتی سے رسید کر دیں کہ نوالہ الگ ہی رہے اور ایک بدگمان اندھا دوسرے بے اعتبار اندھے کو ضارب سمجھتا رہا۔ اس اندھا دھند میں دونوں اندھے مشغول ہاتم سنتم فاعلہ نے ایک دوسرے کو گالیاں کوسنے دیا کیے۔

"وائے خدا کرے تیرے ہاتھ ٹوٹیں ایسا پھونک کے چاٹا لگایا ہے کہ بھیجا ہل گیا"

"یہ کمبخت چندیا چپلی کر دی توُنے اور تام لیتا ہے میرے"

"ابے یہ تو بیگناہ پر ظلم کیا ہے جو اٹھی بڑا برکیڑے پڑیں تن بدن سے نہ نکلیں تو شریف نہ سمجھنا"

بھلا فرمائیے تو سہی ایسے ہڑبونگ میں مبتلائے مصیبت دور افتادگان اگر اپنی تحریروں کے ذریعے سے "صدائے داد طلب" بلند کریں تو اندھے کیوں سننے لگے حریف علم ددست ہے یہ توقع کب ہے کہ وہ سننے دے گا اور سنیں گے تو جواب کیوں دینگے اجی باہمی تو تو میں میں سے فرصت جواب کیوں عنایت کرنے لگی ؎

وطن بہشت بریم و رنگ بوے تو نیست
ہوائے خاطر من جز طرف کوے تو نیست
الٰہی آنکہ در دیار مہ بے تو بادا
سرے کہ در پے تیز بہ آبروے تو نیست

ہماری اس دعا کا اثر جنگجو مادری ملن پر ہوگا نہ موروی ملن پر کیا معنی کہ آپس کی جوتی پیزار کے تصدق میں چندیا سلامت ہی نہ رہیگی کلاہ ہوئی تو کیا نہ ہوئی تو کیا۔ لیکن جو لوگ بقول حضرت مرزا ؎

فرقت یار میں مرنے کا مزا کیا مرزا
مگر اک رسم ضروری کا ادا ہو جانا

دور بیٹھے ہوئے وطن دوستی کا حق ادا کرتے ہیں انکے وجدان سلیم کے ہیجان کو ہم روکنا نہیں چاہتے اور پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۲۷ ٹائمس اسکوائر سٹیشن شہر نیویارک کے سینہ سے جو "یاد وطن" کی ہائے نکلی ہے اسے سن کے کلیجہ تھامتے ہیں۔

چار مکان

نہایت مضبوط وسیع قابل سکونت امرا سیر دہ راجہ کے بازار لکھنؤ میں فروخت ہوتے ہیں خط و کتابت معاملت بذریعہ ایڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ کرنی چاہیے۔

"یادِ وطن" اُردو پرچہ ہے کچھ دوردراز وطن ہندوستانی امریکہ میں بحالت پریشانی زندگی کے دن بسر کرتے ہیں۔ انکی اخلاقی اور سیاسی حالت درست کرنے کے لیے یہ پرچہ نکالا گیا ہے۔ علاوہ بریں دوسرے اعلےٰ مقاصد بھی ہیں مثلاً باشندگانِ امریکہ کو ہندوستان کی حمایت پر آمادہ کرنا۔ ہندوستان کے متعلق جو تہمتیں اس غرض سے تراشی جاتی ہیں کہ امریکہ والے اہلِ ہند کو انسان کی شکل میں جانور تصور کریں انکی تردید۔ ہندوستان کی ملکی جماعت جن اصلاحات کی درپے ہے انکی حمایت۔ بہرحال "یادِ وطن" ایک نور کی سلائی ہے جو کوردل ہندوستانیوں کے واسطے

ہمارے معزز و محترم مرحوم نامہ نگار سید محمد خان آزاد کے فرزند رشید مسٹر سید حسین سابق مدیر "انڈیپنڈنٹ" الہ آباد نے تیار کی ہے۔ اور صرف پانچ روپیہ سالانہ میں یہ باتصویر پرچہ ہندوستانیوں کو مل سکتا ہے۔ ٹائپ جلی کاغذ سفید اور چکنا۔ ۲۲×۲۹ اور ۸ پیانہ آٹھ صفحہ کا حجم ہے۔

یہ پہلا نمبر ہے جس پر ہم تبصرہ لکھ رہے ہیں۔ اور تین مضمونوں پر مشتمل ہے۔ یادِ وطن کے مقاصد اور اصول۔ حوادث نامہ۔ انجمن اتحاد ہند [illegible] انڈیا [illegible] پوسٹ بکس ۱۰۳۶ شہر سکرمنٹو کیلیفورنیا کے قیام کے وجوہ۔

"یادِ وطن" ایک مبارک شغل ہے اور "یادِ وطن" کی زبان سے یہ تنبیہ بھی مبارک ہے ؎

اے ہموطناں ز خواب بیدار شوید
در مستی و کبر و ناز ہوشیار شوید
از غفلت و از نفاق دوری جوئید
در حفظِ وطن بہ ہمگر یار شوید

لیکن اہلِ وطن ابھی آدریش کے نشے میں مست و لایعقل ہیں اور ہر ایک بزبانِ حال گویا ہے ؎

اے مرغ سحر ہنسا اللہ دور دور
بیہودہ مکن تو خویشتن را رنجور
ایں ساں کہ گرفتہ خواب غفلت ما را
بیدار نمی شویم تا نفخۂ صور

ہم اپنے معزز بہی خواہ وطن مسٹر سید حسین سے کہنا چاہتے ہیں کہ جب ہندوں نے اپنے طرح بے بندگی اختیار کرلی تھی اس وقت گرسنہ جنگجو [illegible] کسقدر خواب غفلت سے بیدار ہوئے تھے مگر یہ بیداری چند ہفتہ سے زیادہ باقی نہ رہی ؎

وہی بیہودہ گفتاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
وہی بادہ آزادی جو آگے تھی سو اب بھی ہے

آپکا وطن جلیانوالے باغ کو بھول چکا ہے۔ آپ کا وطن "کانگریس" کو [illegible] معطل بنا چکا ہے۔ آپکا وطن اسلیے ڈنر ہیل ہو رہا ہے کہ اپنے بچوں کو [illegible] کی مشق کرائے۔ ایسے وطن کی یاد سوائے دل جلانے کے اور کیا فائدہ دے سکتی ہے ؎

اے یادِ وطن ستا نہ اتنا
رو دیں ہم گڑگڑا کے اتنا

امریکہ والے اگر دوسروں کے سکھانے بتانے میں آگئے اور ہمیں نیم وحشی سمجھنے لگے۔ یا ایسی حرکات بیہودہ [illegible] خاندانوں کے بنائے ہوئے موروثی اصلی کا حقیقی جانشین خیال کرتے ہیں۔ تو فی الحقیقت وہ راستی پر ہیں۔ والسلام۔

رؤف

فلاسفر

پنچ مل خدا مل پنچ

لکھنؤ میں وائسرائے کی تقریر اور انجناب کی تحریر

نمبر ۳

ڈیر مسٹر پنچ صاحب!

لکھنؤ کے مفلس نواب زادوں اور شہزادوں کا جو حال ہم نے بیان کیا ہے وہی ان بیچاروں نے اپنی زبان سے نہیں بلکہ سرہارکورٹ بٹلر کی زبانی اپنے ایڈریس میں آپ کو سنا دیا۔ اور ایسی خوبصورتی کے ساتھ سنا دیا جو کہ یہاں کے شہزادوں کی خصوصیات میں سے ہے یعنی ولزلی نے جو وعدہ کیا تھا وہ زبانی جمع خرچ سے کچھ زیادہ وقیع نہیں ہے اگر [illegible] ولزلی اور لارڈ ہیسٹنگز کے وعدہ ہائے مہربانی کا ذکر فرماتے اور اسکے بعد بٹلر صاحب کے یہ الفاظ نقل کرتے:-

"قدیم سلطنت کے رؤسا پنشن داروں اور حکام کے حقوق اور خاص خصوصیات کو فراموش کیا گیا یہاں تک کہ خاندان شاہی تک اپنے حقوق سے محروم رکھا گیا اور اسکے ساتھ ہی [illegible] کو جدا کیا گیا"

تو اندیشہ تھا کہ آپ بگڑ جاتے اور اس دعوت نان حلوہ میں جہاں ہند گھی اور بارود کا [illegible] مل جاتا۔ اگرچہ اس قسم کے وعدے آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے یہ خاص عنایت اور مہربانی کے سلوک کا وعدہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی غرض کے وقت برطانوی گورنمنٹ کی طرف سے کیا اور آپ کے اکثر [illegible] نے حالی خوبی تائید بجماعت فرمائی تاہم آپ جیسے حضور اور ہمیں مجبوراً کہنا پڑ جاتا ہے ؎

مہربان آپ کی خفت مرے سر آنکھوں پر

ان [illegible] ایک باریک اشارہ اس طرف بھی کیا ہے کہ:-

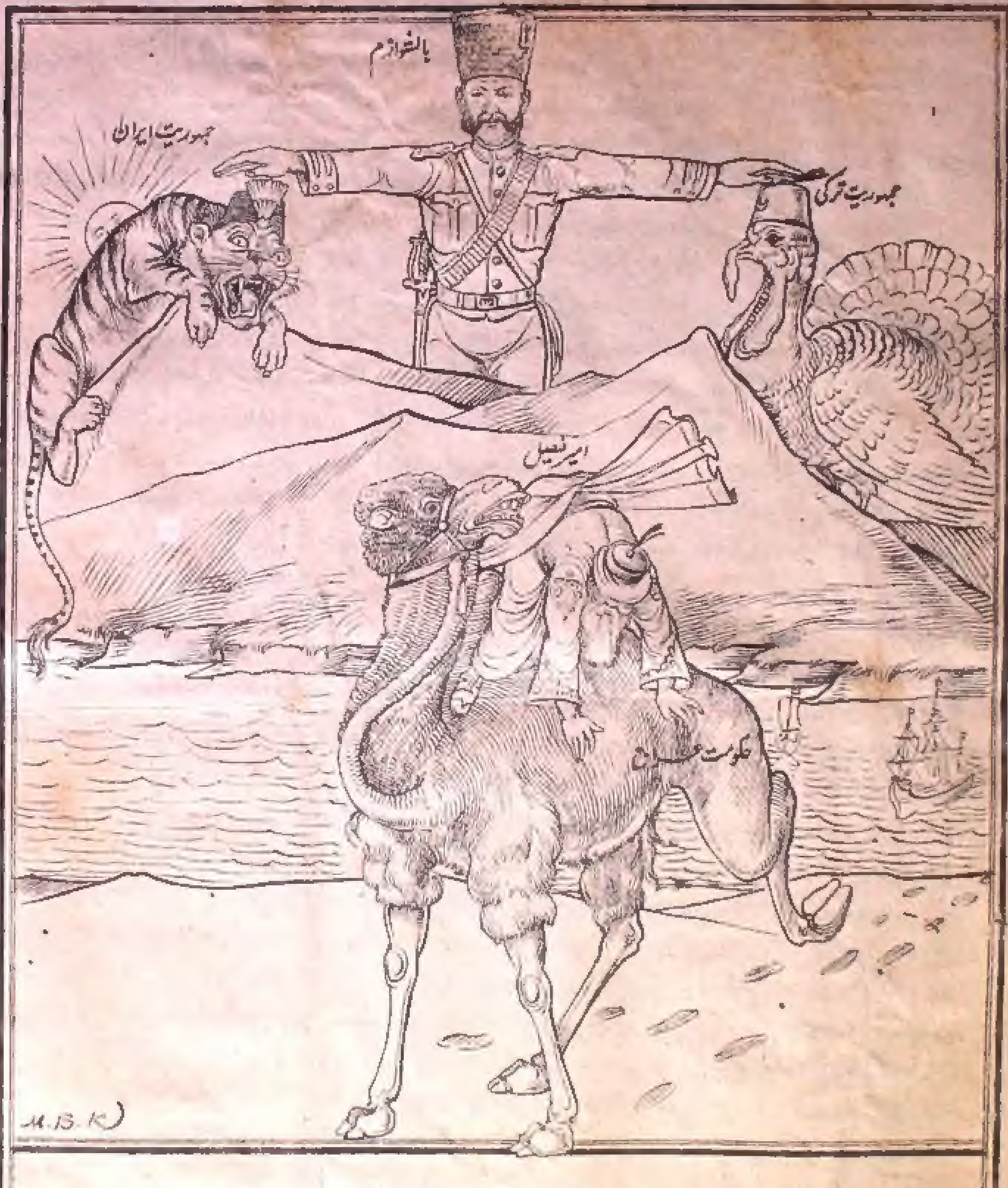
"حضرت جو کچھ آپ ہمیں وثیقہ کے طور پر دیتے ہیں اسکا تعلق ذاتی [illegible] سے ہے جو آپکی فیاضی ہے۔ بلکہ وہ تو ایک کثیر رقم کا سود ہے جو کمپنی نے شاہانِ اودھ سے بطور قرض یا امانت حاصل کی تھی اور جسمیں تخفیف و تغیر کی کثرت ہوتی جارہی ہے۔"

جسکا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بات بے جواب ہو گئی۔ آپ نے جواب صرف وعدوں کا دیا ہے جیسے وفاداری پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور وہ نہایت حقیر رقم جو [illegible] خاندان کی تعلیم پر خدا جانے کس مد سے صرف کیجاتی اور وثیقہ کے طور پر تقسیم ہوتی ہے اسپر اظہار فخر فرمایا۔ بس انشاءاللہ خیر صلاح۔

جن ذلیل ہستیوں نے آپ کے جواب ایڈریس کو دیکھا ان کا قول بھی سن لیجیے وہ کہتے ہیں:-

"واللہ وائسرائے صاحب تو کھانے سے زیادہ چکرا دینے والی [illegible] خیر مقدم اظہار وفاداری پر خوشنودی کرکے بھوکے گئے۔ وثیقہ داروں نے کا [illegible] اور حکام کی باتوں (اصطلاحاً) کا بار سرولیم میرس کے سر جھونک گئے باتیں چکنانے

التماس۔ جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے وہ پیشگی روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ مینیجر



"اڑبڑا دھڑیم کا انتظار"

کہ آپ ایسے وفادار آپ ایسے کم سخن آپ ایسے معزز آپ کا خاندان ایسا۔ آپ کا پاندان ویسا۔ بس گورنمنٹ کی وفاداری کیے جائیے اور اپنے کارناموں پر نظر رکھیے۔ چھ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ پر صرف کیجیے آپ کے خاندان کا نام اور اسکی دہشت محفوظ رہیگی چاہے آپ خود اور آپ کے بچے بھیک مانگیں۔

ہم نے انکو سمجھا دیا ہے اور وہ ہمارے سمجھانے پر مطمئن بھی ہو گئے ہیں کہ کبھی جس شخص کو ساری دنیا برا بھلا کہتی ہو۔ اسکے آتے ہی سڑکوں پر سناٹا طاری ہو جاتا ہو۔ دوکانیں بند ہو جاتی ہوں۔ عوام اپنے شہر میں گھسنے کے روادار نہ ہوں۔ اسکے دل کی یہی حالت ہونی چاہیے۔ لاکھوں نفوس میں چند ایسی ہستیاں تو ہیں جنھوں نے چند کلمات خوشامد وشاعرانہ الفاظ سے مخاطب کیا۔ پس بار بار اس کامیابی کا ذکر یا اس تو وظیم پر شکر کرتے کو کیونکر نہ کرتے۔

"آنرا کہ آفتاب فروغ خدا گرد چراغ نسازد چہ کند"

ایسے شخص پر سوائے ان عنایات کے اور کوئی خیال غلبہ نہیں رکھ سکتا۔

اس بے نتیجہ ایڈریس اور گول مول جواب کو چھوڑ کے اب ہم پھر آپ کی تقریر سے بحث کرتے ہیں یعنی وہ تقریر جس میں لفظی طلسم سازی کی آتشبازی دھوں دھوں پوں پوں کے ذریعہ سے شان تقدس بڑھ جانے کا اعلان دیا گیا ہے آپ فرماتے ہیں:

نظر بر واقعات گذشتہ دیکھا جاتا ہے کہ صوبہ ہذا سنہ ۱۹۲۳ء کے فسادی اثر سے نکل چکا۔ دہرہ [illegible] ہو گیا اس پر بے اختیار دل وجد کرتا ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ مبارکباد مبارکباد کے نعرے مارے ادھر دیکھو تو خوشوقتی ادھر دیکھیے تو خوش وقتی دسیلاب تو خیر مگر ہر طرف اعتماد و عقل و فہم کی لہریں ہر جگہ پھیلائے ہوئے ہیں ہاں اگر اس عرصے میں کوئی کھٹکا ڈالنے والی چیز ہے تو وہ ہندو مسلمانوں کا جھگڑا ہے۔

اے جناب بیشک بے خلیق تو سوائے حیرت کے اس فانی دنیا میں کسی کو میسر نہیں لیکن ہم آپ کی جگہ ہوتے تو اس فسادی پر مبارکباد کے نعرے لگانے کی سعی کرتے کہ اگر یہ نامراد فساد نہ ہوتا تو انتظامی دعوے بھی کسی طرح پوری نہ پڑتی اعتماد اور عقل و فہم کی لہریں فساد کے طوفان سے خوف زدہ ہو کے خدا جانے کہاں غائب ہو جاتیں۔

ہمارے نزدیک اس غور و جمود پر جو کہ عارضی اور وقتی ہے آپ کو خوش نہ ہونا چاہیے۔ نہ اندھیاری جاتی رہی ہے نہ چوروں کا قحط ہے۔ ہندوستانیوں کا قاعدہ ہے کہ لوہے کی طرح جب تک گرم رہتے ہیں اس وقت تک ہتھوڑی کا اثر قبول کرتے ہیں ادھر سرد ہوئے ادھر سخت ہوئے۔ اس گرمی سردی پر اطمینان کر لینا عقل کے خلاف ہے۔ ان کو اپریل کی دھونکنی میں سکون نہیں ہے۔ بھٹی میں آگ کی کمی نہیں ہے۔ آپ کی حکومت لوہے سے گرم ہونے کی قوت خارج نہیں کر سکتی قومی مطالبات کی بھٹی پر آپ فیض جود و عطا و مزید اصلاحات چھڑکنا نہیں چاہتی جابرانہ از کار رفتہ فرسودہ قوانین جو زمانہ وحشت کی یادگار ہیں معتدل اور مبنی بر انصاف و رحم بنائے نہیں جاتے تو اس اطمینان و سکون کو قرار و ثبات کس طرح حاصل ہوگا۔ وفادار اپنی وفاداری کا واسطہ دے کے مانگتے ہیں اور انسے کہا جاتا ہے "پھر مانگو" مگر بھی وفادار رہنا تاکہ ہم خوش رہیں۔ مخالف کہتے ہیں ابھی ہم تو سر توڑ کے لے لینگے ہم شور پشت ہیں ہمیں دو ہم یہ فائدے ہیں دو۔ انکی طرف کسیقدر توجہ کی جاتی ہے کبھی چاولوں کا پلاؤ اور پچ دے دی کبھی پھلی تھکیا اور بچی ہوئی خشکی حوالے کی۔ مگر ناقص دونوں رہے۔ ناراضی میں ہو برابر کمی نہ ہوئی۔ ہر دسویں سال اصلاحات کا دسواں ہوگا اور عطا و بخشش کا سایہ تل تل بڑھایا جائیگا جو ایسی نا امیدی افزا حالت ہے جو اپنے سینہ میں آہ و نالہ کا بہت بڑا میگزین رکھتی ہے۔ اسکولی بچوں کو درجے کا ایک سوال دیا جاتا ہے:

اکسی من کا ٹکڑا اس پر بیٹھا مکڑا روز رتی رتی ہم کھائے تو کتنے دنوں میں کھائے گا۔

جب یورپ کی لڑائی کو ختم ہوتے ہی چند روز ہوئی تھی اسی وقت خیر خواہان دولت نے عرض کیا تھا کہ مسئلہ وفاداری کا تعین ذرا سمجھ بوجھ کے فرمائیے اور جن لوگوں کو اس داد و دہش کا بار بیجا روزانہ اپنے سر لینا ہے انسے بھی پوچھ گچھ کیجیے مگر فاتحانہ حکمت کے زعم میں بھلا کون سنتا ہے جو کچھ ہونا تھا ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہوگا۔ انگریزی تعلیم اور ادبیت سے مطلع ہے اور وہ سکھاتی ہے کہ وہ عالم بے اثر چیز ہے کلمات کا اثر افعال سے تعلق نہیں رکھتا لہذا آپ کے ایرانہ تقدس نے جو سچے دل سے دعا کی ہے کہ خدا ان اختلافات کو دور کر دے دیکھیے کہاں تک قبول ہوتی ہے اور اس سے آپ کو کیا فائدہ پہونچتا ہے۔

چند کلمات دعائیہ کے بعد آپ نے حاضرین دربار کو ہر فرقہ کے قدرتی رہنما ہونے کی حیثیت سے مخاطب کیا ہے۔ اگر حاضرین باہم بے اتری و کساد بازاری اپنے نفوس کو قدرتی رہنما سمجھیں تو واللہ باللہ بڑی مصیبت میں پھنس جائینگے۔ اگر انکی رہنمائی انکے فرقہ کے نزدیک کوئی وجود رکھتی ہوتی تو دربار میں کبھی حاضر نہ ہوتے۔ بس یہ امید بھی کہ آپ ان معاملات میں باحسن وجوہ مفاہمت کرا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرینگے: بچے کھانے میں درج ہوتے دکھائی دیتی ہے۔ آپ لاکھ لاکھ انکی "روشن خیالی تجربہ اور بلند نظری" پر بھروسا کیجیے اور اپنی طرف سے انپر یہ "مقدس فرض" عائد کیجیے مگر یہ "مخفی جذبات" انکے رفع کیے دفع نہ ہونگے۔

آپ کا قول ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات کا اثر سیاسی ترقیوں پر پڑے گا۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک لیکن سیاسی ترقی کا نام اگر موجودہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ہے تو اس کوٹھے کی شہتیروں کی مضبوطی ابھی تک ثابت نہیں ہوئی اور اگر کانگریس کی مفروضہ مطلوبہ سیاسی ترقی مراد ہے تو وہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے منافی ہے

اور اسکو صرف اسی طریقہ سے ضرور پہنچ سکتا ہے کہ آپس میں خوب جوتی پیزار ہو۔ چنانچہ ہندو مسلمانوں کی بیداری کے طفیل میں یہ سیلان داری جاری و ساری ہے اور ابھی کچھ دنوں جاری رہے گی۔

تا صبح چہ زاید کہ شب است آبستن

آپ کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ فسادات سے دل پژمردہ ہو جاتے ہیں۔ قومی اور سیاسی روح مضمحل ہو جاتی ہے۔ رفاہ عام کو نقصان پہونچتا ہے۔ انکا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری سے تیسری جگہ پھوہڑ کی نجاست کی طرح اسکا زہر پھیلتا ہے۔ لیکن اس برائی میں بھی بعض بھلائی کے پہلو نکل آئے اول یہ کہ متعصبین برٹش گورنمنٹ کے وجود کی ضرورت محسوس کرنے لگے اور بعد مدت یہ الفاظ سنائی دیئے کہ ایسے سوراج کی ایسی تیسی آج انگریزوں کا قدم درمیان نہ ہوتا تو مسلمان اپنا نادر شاہی اور عالمگیر تیغ میان سے باہر نکال چکے ہوتے۔ [illegible] کی سرخیاں اسلامی جرائد میں بھی ظاہر کرتی ہیں کہ ہندوؤں کی بات قابل اعتبار نہیں۔ یا گورنمنٹ تیرا ہی آسرا ہے۔ دوسرے یہ کہ تمنّیں شرائط وفا کی جانب طبیعتیں مائل ہو گئیں۔ یعنی غرض مندی نے جو خلوص کا برقع اوڑھا تھا وہ چاک چاک ہو گیا۔ اب جبتک شرائط طے ہوں اسوقت تک گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی ترمیم جبری کا بول بالا رہے گا۔ شرائط طے ہوتے معلوم نہیں ہوتے ان فسادات میں افسوس کے قابل صرف ایک ہی بات ہے یعنی اتحاد کی یا ڈگی ڈھیلے بازی فرنگ نوبت نہ پہنچتی تو اچھا تھا۔ خیر اب تو سوائے افسوس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

ان تمام امور کے بعد آپ نے اپنے دل کو ٹھنڈا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خوب خوب قانون پاس کیے۔ معقول کامیابی حاصل کی اس لحاظ سے صوبہ کی مجلس قانون سازی قابل مبارکباد ہے۔ جو خرمندی اسے کہتے ہیں کہ نمائش کا بائیکاٹ نہ ہونے دیا۔ اے کیوں نہو! واہ واہ سبحان اللہ کیا کہنا۔ بیشک یہ سب باتیں آپ کو خوش کر سکتی ہیں آپ مہمان عزیز ہیں اگر ہم تک کی فراخی آپ کے لیے

اور وہ یہ معنی اگر وہ رکہ کے پوری کو گئی تھا سکا شغفی توصیف روح خوانی ہی ہے۔ لیکن نفر قصیدہ کی اس بیت میں زری صنعت تالیف کا عیب ہے۔

یہ بہت بڑی انتظامی خوبی ہے کہ مجلس واضع قوانین کی امداد سے اخراجات میں تخفیف کر کے کفایت شعاری اور راستی کے ساتھ جدید ٹیکس کے ذریعہ سے گورنمنٹ کی مفید سرگرمیوں کے لیے مزید آمدنی حاصل کی گئی۔

مہربان لاتقصاحب اس قسم کے من مانے اختیارات کے ساتھ اگر آپ ہم کو لندن کی کرسی وزارت دلوا دیجیے تو ہم مسٹر بالڈون کے تمام افکار اپنے ذمے لینے کو موجود ہیں۔ واللہ اگر ماموں سام (امریکہ) کا سارا قرضہ ایک سال میں نہ پاٹ دیں تب ہی کہیے گا سارے صاحب چار آدمیوں کا کام ایک پر ڈال دینا اور ٹیکس پر ٹیکس عاید کر دینا یہ بھی کوئی مہم تھی جسے پی کونسل صاحب نے سر کیا ہے۔ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ مختلف محکموں میں جو تخفیف ہوئی ہے اس سے کتنا ہیچ ہوا اور ایک شخص پر کام کا کسقدر بار بڑھا۔ اور جن بیرونی لوگوں کو ان محکموں سے سابقہ رہتا ہے انکی مشکلیں کتنی زیادہ ہو گئیں۔ اگر انگلستان میں اس قسم کی تجویزیں پیش کی جائیں تو تو یہ بھی ہو جاتی۔ مثال کے طور پر ڈاکخانہ کو لیجیے۔ جو شخص منی آرڈر تقسیم کرتا ہے ایک وقت کی ڈاک اسکے سر منڈھی گئی۔ حلقہ وسیع ہے آدمی ایک ہے۔ کندھے کا بوجھ پارسل اور نقدی کے علاوہ خطوط اور پیکٹ کے باعث پنے کی قومد ہو گیا۔ ایک معمولی پوسٹ کارڈ کیلیے چار چار فرلانگ کی مسافت اسے طے کرنا پڑی۔ وقت محدود ہے لہذا منی آرڈر اور رجسٹری شدہ پارسل اور پیکٹ اسنے بانٹ دیے اور خطوط کو دوسرے پھیرے پر ملتوی کر دیا۔ اب ان خطوط میں تجارتی چٹھیاں بھی ہیں جنکی تعمیل پر غریب کارخانہ داروں اور تاجروں کی روٹیاں چلتی ہیں۔ یہ خطوط ایسے وقت پر تقسیم کرتے ہیں جبکہ ڈاک اور ریل دونوں کے راستے بند ہو چکتے ہیں لہذا تمام کام گندہ ہو جاتا ہے۔

خدا جانے آپ نے کس انشائی خامہ کی روح سے سبق لیا ہے سوائے خواہ مخواہ مدح و ثنا کے کسی بلند نظری کا ثبوت آپ کی تقریر میں نہیں ملتا۔

اس مدح سرائی کے بعد آپ نے بیس سال اسطرف کی حالت کا آج کی سی حالت سے موازنہ فرمایا ہے جو صرف سفید اور مغالطہ کا ایک طوفانی دریا ہے اور جہان جانے کا اخلاقی عیب کٹ کی طرح اسکی موجوں میں جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ اے حضرت بیس سال اسطرف ہندوستان میں ایسی چیزوں کا نرخ کیا تھا جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے۔ بھک منگوں کی تعداد بیس سال میں بڑھی یا گھٹی۔ معاشرتی اسباب مثلاً کرایہ مکان وغیرہ میں گرانی ہوئی یا ارزانی سرکاری کی تنخواہوں اور پنشنوں میں گورا کا پھول پڑا یا پھیکا رنگ گئی۔ یہ ضروری باتیں تھیں جن پر آپ کو زبان ہلانی چاہیے تھی۔ تاکہ ہر عامی و خاصی آپ کے کلام کی داد دیتا۔ اخلاق کی حالت سگریٹ نوشی شراب خواری اور سٹہ کاری وغیرہ جسکا دوسرا نام تھیٹر ہے اس زیادتی سے ظاہر ہے اور جیلخانوں کے رجسٹر بھی گواہی دے سکتے ہیں۔ صحت جسمانی کا حال علی غزل اور صابر ہل والوں سے پوچھیے جو رو رہے ہیں کہ ہائے باہم لڑنے کے لیے پہلوان تو مند نہیں ملتے۔ یہ شفاخانوں کے رجسٹر میں دیکھیے۔ اب رہی سیاسی ترقی اسکا ذکر ہماری تحریر بھر میں موجود ہے۔ کونسلوں میں ایک آدھ بڑی تنخواہ والا وزیر اور دس پانچ باتوں کے چکنے اور کام کے پیٹے عہدہ دار اگر بڑھ گئے تو ملک کو کون سی معراج ہو گئی۔ جب تک خوشحالی کو ترقی نہ ہو اسوقت تک یہ تمام سامان فضول ہے۔ کیسے تو آپ کی خاطر سے تعریف کر دیں۔ اور سے ہاں آپ مہمان عزیز ہیں۔ اور دل شگنی ہمارا شیوہ نہیں۔

ادراق

نیک نیت نصیحت پیشہ

اطلاع

لال بخار کی بدولت ایک اندھیرا تھا گھل گیا بناد مند اڈیٹر بھی ایک ہفتہ بستر پر مست رہا۔ یہ پرچہ بھی دیر ہو گئی۔